عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی !!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

شوال ۱۴۳۱ھ/ ستمبر ۲۰۱۰ء

RegNo.P476

جلد:نہم

شمارہ:1

فہرست

فی شمارہ: 15/- روپے

سالانہ بدل اشتراک: 180/- روپے

ملنے کا پتہ: پوسٹ آفس بکس نمبر 1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای-میل: physiologist72@yahoo.com

mahanama_ghazali@yahoo.com

saqipak99@gmail.com

ذِکرِ الٰہی (قسط۔۱۷)

(حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانیؒ)

نسبت باطنی یا نسبت الٰہیہ ونسبت محمدیہ:

سالک کو جب 'ذکرِتام' میسر آجاتا ہے جس میں جملہ افرادِ ذکر' ظاہری و باطنی کامل اطاعتِ شریعت واتباعِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہے تو اسے عادتاً رضاء وقربِ ربانی اور عطاء و نوالِ رحمانی کی ایک 'نسبتِ دائمہ' سے نواز دیا جاتا ہے۔ اس 'نسبت' کا فیضان سالک کیلئے مزید مہمیزِ عمل، متحرکِ ذکر، مُثمرِ یقین وادعان، مفیدِ احسان وحضور، سببِ ازدیادِ تقویٰ، ذریعہ استقامت و مداومتِ اعمال اور باعث مواظبتِ سنتِ نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ) بن جاتا ہے اور اس کی رضا وقربِ حق کی جستجو وکوشش میں اضافہ اور رغبت ورہبت وشوق وطلب اور ہدایت وتقوی میں زیادتی ہوجاتی ہے۔

وَالَّذِیْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰهُمْ تَقْوٰىهُمْ ۔ (محمدؐ۔۱۷)

ترجمہ: اور جن لوگوں نے راہ پائی، اللہ تعالیٰ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اور ان کو تقویٰ کی توفیق دیتا ہے۔

وہ تشریعاً وتکویناً وقالباً اللہ تعالیٰ کی رضا ہی کو اپنی رضا اور اس کی خوشنودی کو ہی زندگی کا حاصل ومدعا سمجھتا ہے۔ احکامِ الٰہیہ سے اسے طبعی مناسبت اور کفر وعصیان سے اسے حقیقی نفرت میسر آجاتی ہے اس عالم میں پیش آنے والے جملہ 'حوادث ونوازل' کو وہ 'شئون وصفاتِ الٰہیہ' کی پرحکمت تجلیات سمجھتا ہے اور

نتیجۃً تفویضِ تام، صدقِ توکل اور تسلیم ورضا کے مقام پر فائز ہوجاتا ہے۔

غرض نسبتِ الٰہیہ اس تعلق کا نام ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے محض لطفِ خاص سے بندہ کو نصیب ہوتا ہے۔ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ اپنی رضا وقرب اور ظاہری وباطنی بخششوں سے اسے نوازتے رہتے ہیں اور بندہ ان کی چاہت وقربت، ذکر وفکر، دھیان ودھن، اطاعت وفرمانبرداری

کو اپنی مراد قلبی اور مقصودِ زندگی بنالیتا ہے۔ وہ مراد و محبوبِ حق ہوتا ہے اور اس کا وظیفہ عبدیت و عبودیت کے فرائض کی بجا آوری، نعمہائے الٰہیہ کا شکر اور رضائے دوست پر اپنی خواہشات کی قربانی ہوتا ہے۔ وہ بزبان حال پکارتا ہے۔

ے زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو

دل شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو

ترجمہ: زندہ کریں تو آپ کی عطا، مار ڈالیں تو آپ پہ فدا

دل گیا آپ پر آ، جو کریں آپ کی رضا

گویا اللہ تبارک و تعالیٰ اور سالک میں محبوبِ حفی ۱؎ و وفی (مہربان و وفا شعار) اور عاشقِ صادق و مطیع کی نسبت قائم ہو جاتی ہے۔ حضرت سید الملۃ قدس سرہٗ مسعود عالم ندوی مرحوم کو لکھتے ہیں:

''طلب و رضا اور اپنے ہر عمل میں طلب رضا کا شعور پیدا ہونا یہی اس طریق کا حاصل ہے اور جب خدا اور بندہ کے درمیان یہ علاقہ استوار ہو جاتا ہے تو صوفیہ کی اصطلاح میں اس کو نسبت کہتے ہیں اور قرآن پاک کی زبان میں اس کی تعبیر یُحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ اور رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ کے لفظوں میں کی گئی ہے۔ یٰٓاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً. ان ہی کیلئے نوید بشارت ہے''۔ (مکاتیب سلیمان، ص۔۱۷۶)

سالک اس 'نسبت باطنہ' کو 'موہبتِ ربانیہ' اور نعمت غیر مترقبہ' سمجھتا ہے۔ فریضۂ شکر اور حقوق و واجباتِ نعمت حسب استطاعت بجالاتا ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ کی خشیت و بے نیازی کا خوف اور اپنے اعمال کے نقص و کمی کے اندیشہ سے ''زوال نعمت'' کا خدشہ اُسے ہمیشہ خائف و ترساں رکھتا ہے اور آخری سانس تک دغدغہ اور قرب و رضائے حق کی فکر و کوشش میں منہمک رہتا ہے۔ کہ

۱؎ قرآن کریم نے ابراہیم خلیل علیہ السلام کا قول نقل کیا ہے: اِنَّہٗ کَانَ بِیْ حَفِیًّا (مریم ۔۴۷) بے شک وہ (اللہ) مجھ پر بہت مہربان ہے۔

''عبدیت'' کا مجاہدہ آخری سانس تک ختم نہیں ہوتا۔

اندریں رہ می تراش و می خراش
تادم آخر دمِ فارغ مباش

ترجمہ: اس راہ کے اندر کاٹ چھانٹ کرتے رہو اور آخری دم تک ایک دم کے لئے بھی فارغ نہ بیٹھو۔

یہ نسبت الٰہیہ محض فضلِ صمدانی اور عطیۂ رحمانی ہے۔ عقائد و اعمال کی صحت، ذکرِ کامل کا رسوخ اور اعمالِ صالحہ (ظاہری و باطنی) پر استقامت اس کیلئے بمنزلہ شرط کے ہے۔ پس سالک کو چاہیئے کہ وہ عقائد کی درستگی، ذکر کی پختگی، اعمال کی تحسین، اخلاق کی تزئین، معاملات و معاشرت کی صفائی و پاکیزگی اور اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پورے دھن و دھیان اور اخلاص و توجہ سے مصروف رہے۔ کہ اللہ تبارک کے اس فضل میں سے اسے حصہ مل سکے۔

بات یہ ہے کہ سالک کمالِ اخلاص و تحسین سے جب احکام الٰہیہ کی کاملِ اخلاص و تحسین سے جب احکام الٰہیہ کی کامل (ظاہری و باطنی) پابندی کرتا ہے اور اتباعِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا اشعار بنالیتا ہے۔ 'ذکر تام' کا رسوخ اس کے دل کو ہر غیر سے فارغ اور ذات جلّ و علٰی شانہٗ میں شاغل کر دیتا ہے اور اسے ان اعمال پر مداومت و مواظبت نصیب ہو جاتی ہے۔ تو 'رحمت الٰہیہ' کی ایک خاص تجلی اس کے 'دل' پر وارد ہو کر متمکن ہو جاتی ہے جو اسے ہر آن ذات واحد و مستعال میں بطرز خاص شاغل کر دیتی ہے۔ اور اسے اس کے الطاف و عطایا کا محل بنا دیتی ہے۔

اِس نسبت کا ورود و تحقق اکثر انجذاباً ہوتا ہے۔ بندہ کی طاعات پر استقامت اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع پر مواظبت، توجہات الٰہیہ کو اس کی طرف ملتفت کرا دیتی ہے۔ احکام کی اطاعت سے قرب کی منازل طے ہوتی ہیں۔ اتباع نبوت ؐ میں جذب کی خاصیت ہے۔ جس سے محبوبیت و مرادیتِ ربانی کا دروازہ کھل جاتا ہے اور ذکر حقیقی کی یافت و دوام بارگاہِ

قدس جلّ جلالہٗ وعم نوالہٗ میں سالک کے رضا ومحبت کے ساتھ ذکروتذکرہ کا سبب بن جاتا ہے۔

حدیث قدسی میں ہے:

''جو مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے۔ میں بھی اسے (لطف ومحبت، رضا و عطاء) کے ساتھ خود یاد کرتا ہوں۔ اور جو شخص مجھے مجمع میں یاد کرتا ہے۔ میں اسے اس (ملاء اعلیٰ یا فرشتوں کے مجمع) میں (فخر ومحبت وستائش کے ساتھ) یاد کرتا ہوں''۔

(روح المعانی، بحوالہ بخاری ومسلم ص۔۳۴۰، ج۔۱)

اس ''نسبت وارتباط'' کی صورت مثالیہ ملاء اعلیٰ میں اس طرح ظہور پذیر ہوتی ہے کہ ''ذاکرِ محبّ ومطیع'' کا 'ذکرِ خیر' یادِ الٰہی اور اعمالِ صالحہ [۱] کی وجہ سے بارگاہِ قدس جلّ مجدہٗ میں رضا ومحبت ورحمت [۲] کے ساتھ متواتر ہوتا رہتا ہے۔ اس کا انعکاس 'ملاء اعلیٰ' میں رضامندی ومحبت و انس کی صور تجسم کی طاعتمیں ظاہر ہوتا ہے اور ملاء اعلیٰ کی توجہاتِ خاصہ اس 'عبدِ صالح وذاکر' کی طرف [۳] ہوجاتی ہے۔ اور اس کا ترشح 'قلب ذاکر' پر ایک خاص قسم کی طمانیت [۴] وسکون وسکینہ کی صورت میں موسلا دھار بارش کی طرح ہوتا رہتا ہے۔ جس کی وجہ سے اُس کے 'ملکاتِ باطنی' ملاء اعلیٰ سے ایک خاص قسم کی انسیت ونورانیت کو اپنے اندر پاکر صفاتِ ملکوتیہ کا تشابہ حاصل کر لیتے ہیں۔ اب ان 'ملکات کی غذائے باطنی اور امرِ الٰہیہ کی پابندی، سنت نبویہ کا اتباع کامل، فضائل اخلاق سے آراستگی اور توجہ الی اللہ اور کیفیت احسان وحضور وغیرہ ہوجاتی ہے۔ اس کے سفلی تقاضے دب جاتے ہیں اور ملکوتی صفات اور جواہر باطنی متجلّی ہوجاتے ہیں۔ 'ملاء اعلیٰ' کی ہر آن کی توجہات اس کے

---

[۱] قرآن کریم میں ہے:۔ فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ تم میرا ذکر کرو۔ میں تمہارا ذکر کروں گا۔
علامہ آلوسی بغدادیؒ فاذکرونی کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

والقلب فاذکرونی ای بالطاعۃ قلباً و قالباً فیعم

پس میرا ذکر کرو دل وکیساتھ، پس ذکر زبان، دل اور اعضاء سب کیلئے (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

'باطنی جواہر' کو زندہ، بار آور اور مُثمر کر دیتی ہیں اور وہ الٰہی مظہرِ صفات ربانی بن کر اور اتباع نبویہ ؐ سے منور ہو کر کائنات کی زینت بنتا ہے۔ تقدیرِ ربانی اپنی حکمت بالغہ کے مطابق اس پر حقائق و اسرار کو منکشف کر دیتی ہے اور وہ ایسے مقاماتِ خاصہ اور احوالِ عجیبہ سے نواز دیا جاتا ہے جس کا وہم وگمان بھی عام اذہان نہیں کر سکتے۔

ے بینی اندر خود علوم انبیاء
بے کتاب و بے معید واوستا (رومیؒ)

ترجمہ: اپنے اندر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علوم پاؤ گے بغیر کتاب کے بغیر رہنما کے، بغیر استاد کے۔

ے ہر دمے اورا یکے معراج خاص
برسر فرقش نہد حق تاج خاص

ترجمہ: ہر دم اس کو ایک خاص معراج ہوتا ہے اور اس کے سر پر حق تعالیٰ خاص تاج رکھتا ہے۔

باقی حاشیہ پچھلے صفحہ سے

الذکر باللسان والقلب و الجوارح فالاول کمافی

عامل ہے پہلے (زبان کے) ذکر (جیسا کے المنتخب میں ہے) سے مراد الحمد، تسبیح،

المنتخب الحمد' و التسبیح و التحمیدوقرأة کتاب

تحمید اور تلاوت کتاب اللہ ہے۔ اور دوسرے یعنی دل کے ذکر سے مدعاء ان دلائل میں

اللّٰہ و الثانی الفکر فی الدلائل الدالة علی التکالیف

غور و فکر کرنا ہے۔ جو احکام الٰہی اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور وعیدوں کے بارے میں ہیں۔

والوعدوالوعید وفی الصفات الالٰھیة والا سرار الربانیة

اسی طرح صفات الٰہی اور رب تعالیٰ کے اسرار کے متعلق سوچنا بھی اسی میں شامل ہے۔ اور

و الثالث الاستغراق الجوارح فی الاعمال الا مور بماخالیة

تیسری بات اعضاء کا ذکر ہے کہ انہیں مامورات الٰہیہ کے مطابق احکام کا پابند رکھا جائے

عن الاعمال امنھو عنھا.. (روح المعانی ص۳۳۱، ج۱) اور منہیات سے روکا جائے۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ے صورتش در خاک وجاں در لامکان

لامکانے فوق وہم سالکان

ترجمہ: اس کی صورت تو خاک میں ہوتی ہے اور جان لامکان میں ہوتی ہے۔ اور لامکان جو ہے وہ سالکین کی سوچ کی ہی انتہا ہے۔

لامکانے نے کہ در وہم آیدت

ہر دمے در وے خیالے زایدت

ترجمہ: لامکان وہ نہیں ہے جو تیرے خیال میں آجائے۔ ہر وقت اس میں زیادہ ہی زیادہ غور و فکر ہوتا ہے۔

بل مکان ولامکان در حکم او

ہمچو در حکم بہشتی چار جو

ترجمہ: بلکہ مکان اور لامکان اس کے حکم میں جنت کی چار نہروں کی طرح ہیں۔

باقی حاشیہ:

گویا ذکر انسانی سے مدعا یاد الٰہیہ کے جملہ اقسام اور اعمال صالحہ کی جملہ انواع ہیں۔ دوسری آیت ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعاً اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ. (فاطر. ۱۰)

جو شخص عزت حاصل کرنا چاہتا ہے تو تمام تر عزت اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہے۔ اللہ تعالیٰ تک اچھا کلام بلند ہوتا ہے اور عمل صالح اس کو بلند کرتا ہے۔

(پس جو شخص جس درجہ کی عزت چاہتا ہے۔ اسے چاہیئے کہ اس درجہ کی ایمان و اعمال صالحہ میں کوشش کرے حسب ظرف و عمل عزت مل جائیگی۔ (دیکھو ابن کثیر، ص ۵۴۹، ج۔۳، تفسیر کبیر زیر آیت مذکورہ)

۲ مفسر ابن کثیر نے اذکرکم کی تفسیر میں لکھا ہے ''میں تمہارا رحمت و مغفرت کے ساتھ ذکر کروں گا''۔ (تفسیر ابن کثیر، ص۔۱۹۶، ج۔۱

۳ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جب خدا کسی بندہ کو چاہتا ہے تو فرشتۂ خاص جبرئیل سے کہتا ہے کہ میں فلاں بندہ کو پیار کرتا ہوں۔ تم بھی اس کو پیار کرو، تو جبریل اس کو پیار کرتے ہیں اور آسمان والے بھی اس کو پیار کرتے ہیں۔ اور پھر زمین میں اس کو ہر دلعزیزی اور حسن قبول بخشا جاتا ہے۔ (سیرۃ النبیؐ، ص۔۵۴۷، ج۔۴، بحوالہ صحیح مسلم کتاب الادب)۔

۴ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ. (الرعد. ۲۸) خوب سمجھ لو کہ ذکر سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے۔ (جاری ہے)

بیان (۲۰۱۰۔۰۳۔۲۹)

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہ)

نحمدہٗ و نُصَلی عَلٰی رسولہٖ الکریم!

حدیثِ جبرئیلؑ کا تذکرہ مدارس میں کوئی خاص نہیں ہوتا جبکہ صوفیاء کرام کی بحثوں میں اس کا ذکر عام ملتا ہے بلکہ بعض حضرات کے نزدیک تو حدیثِ جبرئیل تصوف کی بنیاد اور اساس ہے۔ حدیث کا مفہوم اس طرح سے ہے۔

حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک ایک شخص سامنے سے نمودار ہوا جس کے کپڑے نہایت سفید اور بال بہت ہی زیادہ سیاہ تھے اور اُس شخص پر سفر کا کوئی اثر بھی معلوم نہیں ہو رہا تھا (جس سے یہ خیال ہوتا تھا کہ یہ کوئی بیرونی شخص نہیں ہے) اور ہم میں سے کوئی شخص اس نو وارد کو پہچانتا بھی نہ تھا (جس سے خیال ہوتا تھا کہ یہ کوئی باہری آدمی ہے تو یہ حاضرین کے حلقہ میں سے گزرتا ہوا آیا) یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ کر دوزانوں اس طرح بیٹھ گیا کہ اپنے گھٹنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں سے ملا دیئے اور اپنے ہاتھ حضورؐ کی رانوں پر رکھ دیئے اور کہا اے محمد! مجھے بتلایئے کہ اسلام کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ دل و زبان سے تم یہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمدؐ اس کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور ماہ رمضان کے روزے رکھو اور اگر حج بیت اللہ کی تم استطاعت رکھتے ہو تو حج کرو۔ اس نو وارد سائل نے آپ کا یہ جواب سن کر کہا آپ نے سچ کہا۔ راویٔ حدیث حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم کو اس پر تعجب ہوا کہ یہ شخص پوچھتا بھی ہے اور پھر خود تصدیق و تصویب بھی کرتا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس شخص نے عرض کیا اب مجھے بتلایئے کہ ایمان کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تم اللہ کو اور اس کے فرشتوں اور اُس کی کتابوں اور اُس کے رسولوں اور یومِ آخر یعنی روزِ قیامت کو حق جانو اور حق مانو اور ہر خیر و

شر کی تقدیر کو بھی حق جانو اور حق مانو (یہ سن کر بھی) اس نے کہا آپ نے سچ کہا۔ اس کے بعد اُس شخص نے عرض کیا مجھے بتلایئے کہ احسان کیا ہے؟ آپ ؐ نے فرمایا احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت و بندگی تم اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو کیونکہ اگر چہ تم اُس کو نہیں دیکھتے ہو پر وہ تو تم کو دیکھتا ہی ہے۔ حدیث آگے اور بھی ہے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ یہ باتیں کر کے یہ نو وارد شخص چلا گیا پھر کچھ عرصہ گزر گیا تو حضور ؐ نے مجھ سے فرمایا اے عمر! کیا تمہیں پتہ ہے وہ سوال کرنے والا شخص کون تھا میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ جبرئیل تھے۔ تمہاری اس مجلس میں اس لئے آئے تھے کہ تم لوگوں کو تمہارا دین سکھا دیں۔ (صحیح مسلم)

تو صوفیاء کا میدان احسان کا میدان ہے کہ دو حالتوں میں سے ایک حالت آدمی کو حاصل ہو جائے یا یہ کہ عبادت کرتے ہوئے یہ دھیان ہو کہ گویا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں اور یا اگر یہ نہیں ہو سکتا تو کم از کم یہ دھیان ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے۔ قرآن میں انسانوں کو تین گروہوں میں تقسیم کیا گیا ایک تو نافرمان ہیں جس کو اصحاب الشمال کہا گیا ہے اور ایک عام مسلمان جو اخلاص کے ساتھ دین پر عمل پیرا ہوں اُن کو اصحاب الیمین اور صالحین کہا جاتا ہے اور اس سے آگے بڑھ کر پھر مقام سابقون السابقون اور مقربون کا ہے جو خاص اولیاء اللہ ہیں جیسا کہ ارشاد ہے الذین انعم اللہ علیھم من النبین و الصدیقین و الشھداء و الصالحین تو سب سے اونچا مقام تو انبیائے کرام کا ہے جن کا مشاہدۂ حق اور مشاہدۂ مغیبات عینی ہو اس کے بعد صدیقین ہیں جن کا مشاہدہ قریب کا ہوتا ہے اور پھر شہداء ہیں۔ شہداء ایک تو اللہ کی راہ لڑتے ہوئے قتل ہو جانے والوں کو کہتے ہیں اور معارف القرآن میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے لکھا ہے کہ شہداء اولیاء اللہ کا ایک گروہ ہے جن کا مشاہدہ بعید یعنی دور کا ہوتا ہے اور صالحین کا مشاہدہ نہیں ہوتا بس دین پر عمل کرنے والے نیک لوگ ہوتے ہیں۔ تو صالحین سے آگے بڑھ کر شہداء اور صدیقین اور مقربین کے مقامات کے لئے صوفیاء آدمی کے قلب پر کام کرتے ہیں جس

میں کیفیت احسان کو حاصل کرنے کی کوشش کراتے ہیں اور یہ وارداتِ قلبیہ ہیں کہ عمل کرتے وقت ایسا دھیان ہو گویا میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں اور یہ نہ ہو تو کم ازکم یہ بات حاصل ہو کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ ہمارے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانیؒ ایک شعر پڑھا کرتے تھے۔

؎ آتے ہیں خیالوں میں، نگاہوں میں، دلوں میں
پھر ہم سے یوں کہتے ہیں کہ ہم پردہ نشین ہیں

اور ایک اور شعر پڑھا کرتے تھے

؎ تم میرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

حضرت مولانا صاحبؒ اس شعر کی دو طرح تشریح فرمایا کرتے تھے۔ ایک تو یہ کہ جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا تو گویا تم میرے ساتھ ہوتے ہو۔ اور ایک یہ کہ جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا تو تم میرے ساتھ ''گویا'' ہوتے ہو یعنی باتیں کر رہے ہوتے ہو۔ تو یہ واردات قلبیہ ہوتے ہیں اور یہ تعلق ہو جاتا ہے انسان کو۔ ہمارے حضرت صاحب کے ایک سیدھے سادھے مرید تھے تبلیغ میں وقت لگایا ہوا تھا۔ ہاسٹل سے آتے جاتے۔ شعبہ اردو کی ایک طالبہ اُس کے دل میں سما گئی اب اس کا جذبہ ہوا کہ اس کو دعوت دینی چاہیئے تو وہ فضائل اعمال اور تسبیح کا ہدیہ لے کر گیا اور اُس سے بات کی۔ لڑکی بہت شریر تھی اُس نے بھی اُس کی آؤ بھگت اور پذیرائی کی جسے آپ لوگ کہتے ہیں کہ لفٹ کروائی۔ اور چند ملاقاتوں میں آدمی پاگل ہو گیا۔ حضرت مولانا صاحب کے پاس آیا اور کہنے لگا شیخ صیب یو تعویذ راته اولیکه چه دغه جینئ راته ملاؤشی۔ (شیخ صاحب ایک تعویذ لکھ کر دو تاکہ یہ لڑکی مجھے مل جائے) حضرت صاحبؒ نے کچھ تعویذ لکھ کر دے دیا۔ ایک دن مجھ سے کہنے لگا کہ ڈانگتر صیب د شیخ صیب تعویذ کار اوکو۔ شب جمعے له تلے ووم هغه جینئ هلته راغلے وه او---

گیرہ کی ئے رالہ گوتے وہلے ۔(ڈاکٹر صاحب! شیخ صاحب کی تعویذ نے کام کیا ہے میں شبِ جمعہ (مردوں کا اجتماع) کیلئے گیا تھا وہاں وہ لڑکی آئی تھی اور میری داڑھی میں اُنگلیاں پھیر رہی تھی) تو جذبۂ محبت کی وجہ سے کسی کا خیال آدمی پر اتنا طاری ہو جاتا ہے کہ باقاعدہ متشکل ہو کر نظر آتا ہے۔ تو یہ انسان کے ساتھ ہو جاتا ہے۔ تو وہ ذاتِ ذوالجلال جو ساری خوبصورتی اور سارے حسن کا منبع ہے اُس کی محبت میں کیا حال ہوتا ہوگا؟ تو صوفیاء کرام یہ محنت کراتے ہیں کہ آدمی کو اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی کے ساتھ ایسا تعلق ہو جائے کہ ہر وقت اُس کی موجودگی کا دھیان رہے اور یہ بات آدمی کو گناہ سے روک کر اعمال پر لگا دے۔ اس کو ملکہ یادداشت یا نسبتِ یادداشت کہتے ہیں اور یہ بات آدمی کو تب ہی سمجھ آتی ہے جب اُس کو یہ بات حاصل ہو جائے۔ کیونکہ شادی بیاہ کے مزوں کا ادارک بالغ کو ہی ہو سکتا ہے۔ نابالغ کو اس کا پتہ بھی نہیں ہوتا اور دل میں کہتا ہے کہ بھائی جان پتہ نہیں کیوں ہر وقت کمرے میں گھسا بیوی کے ساتھ باتیں کر رہا ہوتا ہے، باہر کھیل کے میدان میں جاتا ہی نہیں تو اُس کو کیا پتہ۔ یہ تو بالغ کو ہی پتہ ہوتا ہے۔ یہی حال تصوف کے بالغ اور نابالغ کا ہوتا ہے جس کو اُس مزہ کا پتہ نہیں ہوتا وہ اُس بات کو محسوس ہی نہیں کر سکتا اور یہ بات حاصل ہوتی ہے کچھ عرصہ مسلسل محنت کرنے کے بعد۔ آخر میں ایک لطیفہ آپ کو سناؤں کہ ہمارے علاقے میں دو شادی شدہ حضرات گاڑی میں بیٹھے کہیں جا رہے تھے تو ایک دوسرے کو اپنے دکھڑے سنا رہے تھے۔ پاس بیٹھے ہوئے غیر شادی شدہ لڑکوں کو اُن کی گفتگو کا ذرا بھی لطف نہیں آرہا تھا کیونکہ وہ ابھی اُس بات کا ادراک نہیں کر پا رہے تھے وہ بات تو شادی کے بعد ہی سمجھ میں آتی ہے۔ جبکہ وہ دونوں لڑکوں کو بار بار کہہ رہے تھے کہ پریشان نہ کرو ہم بڑے کام کی باتیں کر رہے ہیں۔

یہ ایک دو دن کی بات نہیں ہے۔ آدمی آتا جاتا ہے بات سنتا ہے، اپنی حالت پر غور کرتا ہے اور شیخ کو اپنی حالت کی اطلاع دیتا ہے اور پھر بتائی ہوئی ترتیب پر عمل کرتا ہے تو کرتے کرتے یہ بات ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ایک مریض کا واقعہ

(ڈاکٹر محمد سفیر، اسسٹنٹ پروفیسر آف میڈیسن، نصیر ٹیچنگ ہسپتال، پشاور)

آج سے تقریباً تین مہینے پہلے کی بات ہے کہ بندہ اپنے دفتر میں مریضوں کا معائنہ کر رہا تھا کہ ایک نوجوان مریض، جس کی عمر ۲۵ سال تھی لاٹھی کے سہارے کمرے میں داخل ہوا۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ یہ اتنا خوبصورت نوجوان آدمی ہے اور ظاہراً مضبوط اور صحت مند لگتا ہے لیکن لاٹھی کے سہارے چل کر آنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ کسی جان لیوا مرض کا شکار ہے۔ خیر کمرے میں داخل ہونے سے Examination Couch تک کافی حد تک مرض کا اندازہ لگا لیا۔ اس مریض کا نام محمد طاہر ہے اور افغانستان میں خوست سے آیا تھا۔ بیماری کی تفصیلات پوچھنے کے بعد مریض کا طبی معائنہ کیا جس سے اندازہ ہوا کہ مریض کو خون کا کینسر Leukemia ہے۔ مریض کو ہسپتال میں داخل کر لیا اور متعلقہ ٹیسٹ کروائے۔ ٹیسٹوں کے نتائج میں بھی خون کا کینسر Acute Leukemia نکلا۔

اب اگلا مرحلہ علاج تھا اور اس سے بڑھ کر مشکل مرحلہ یہ تھا کہ مریض کو اس کی بیماری کا علم نہ ہونے پائے۔ کیوں کہ طاہر مجھ سے بار بار پوچھتا کہ ڈاکٹر صاحب جو بیماری بھی ہو مجھے بتاؤ میں بہت حوصلہ مند شخص ہوں۔ مقابلہ کروں گا اور جو مقدر میں اللہ نے لکھا ہے اس سے مجھے انکار نہیں میں تقدیر پر راضی ہوں۔ باوجود اس کے بلند حوصلہ کے میں نے مریض کو اصل مرض سے آگاہ نہ کیا۔ بس اتنا کہا کہ خون کی کمی ہے انشاء اللہ خون لگانے سے تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔ جس پر مریض مطمئن ہو گیا۔ طاہر کے ساتھ اس کا چچازاد بھائی تھا۔ میں نے اس کو اپنے دفتر میں بلا کر بیماری کی ساری تفصیلات، علاج کے مراحل اور اس کے نتائج سمجھا دیئے۔ لیکن ساتھ یہ کہا کہ تم نے طاہر کو بالکل نہیں بتانا۔ اس کو صرف اتنا کہنا کہ خون کی کمی ہے انشاء اللہ تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔ یہ بات میں نے اس لئے کہی کہ طاہر میں قوتِ ارادی بہت تھی میں اس کو مزید بڑھانا چاہتا تھا جس سے امید بڑھ جاتی ہے مریض کے مکمل ٹھیک ہونے کی۔

پہلے مرحلہ علاج میں وارڈ میں طاہر کو وقتاً فوقتاً خون کی بوتلیں لگتی رہیں اور جراثیم کش ادویات (Antiviraldrugs) ملتی رہیں۔ طاہر بہتر محسوس کرنے لگا دو ہفتہ کے علاج سے مریض کو بہت افاقہ ہوا اور اس نے کہا کہ میں اب بہت بہتر ہوں۔ گھر جانا چاہتا ہوں کوئی تکلیف ہوئی تو پھر آ جاؤں گا۔

طاہر کے چچازاد بھائی چونکہ ساری بیماری سے مطلع تھا اس لئے وہ یہ سمجھ کر کہ اب کیا ہو سکتا ہے گھر جانا بہتر ہے۔اس پر ضروری ادویات تجویز کر کے میں نے انہیں گھر بھیج دیا۔فون نمبر پر رابطہ کیلئے طاہر سے کہہ دیا۔ دس دن کے بعد طاہر شدید تکلیف میں ہسپتال آیا، داخل کرنے کے بعد وقتی علاج دے کر طاہر کے چچازاد بھائی کو میں نے کہا کہ اب اس کو مناسب علاج کیلئے شوکت خانم ہسپتال لاہور لے جانا پڑے گا۔ وہ راتوں رات لاہور گئے اور اگلے دن پھر واپس آئے کہ وہاں تو طاہر کی بیماری کے علاج کرنے والے ڈاکٹر فی الحال ان کے پاس نہیں ہیں۔ جب آئیں گے تو ہمیں بلا لیں گے۔طاہر کا ریکارڈ اور پتہ انہوں نے لے لیا ہے۔ میں بہت خفا تھا اور یہ خیال آتا رہا کہ بس اب تو یہ نوجوان چند دن کا مہمان ہے۔لیکن ساتھ ساتھ طاہر کی جرأت اور حوصلہ مندی مجھے بہت متاثر کر رہی تھی۔اب تو طاہر بھی اپنی بیماری سے آگاہ ہو چکا تھا لیکن اس نے کہا کہ حوصلہ نہ ہاروں گا۔طاہر کے چچازاد بھائی نے بتایا کہ یہ چھ بہنوں کا اکیلا بھائی ہے اور بچپن میں اس کے والد صاحب افغانستان جہاد میں شہید ہو گئے تھے۔اس کی والدہ اور بہنوں نے اس کو بہت محبت سے پالا ہے اور یہ ان کی آنکھ کا تارا ہے۔والدہ اور بہنوں نے کہا ہے کہ ہم سب کچھ بیچ کر بھی اس کا علاج کروانا چاہتی ہیں ہمارا بھائی ہمیں بہت عزیز ہے،۔ماں پر جو گزرنی تھی وہ تو ظاہر ہے۔طاہر کے چچازاد بھائی سے میں نے دفتر میں بلا کر ایک بار پھر واضح بات کی۔اس نے کہا کہ میں تو سمجھ چکا ہوں بس ٹھیک ہے جو اللہ کو منظور ہوگا ہم اس پر راضی رہیں گے۔ میں نے اپنے خیال میں طاہر سے الوداعی ملاقات کی۔طاہر کے چچازاد بھائی کو میں نے کہا کہ نا امیدی نہ اختیار کرنا اس کے خاندان کے افراد کو بھی امید دلائیں۔شفا دینے والی ذات اللہ کی ہے آپ دعا کا سہارا لیں اور مسلسل دعا کریں اس کے ساتھ ساتھ ایک اور بات ان سے میں نے کہی کہ آپ کے علاقے میں کوئی ایسا اللہ والا شخص ہو جو اللہ کی رضا کی خاطر مریضوں کو دم کرتا ہو یا تعویز دیتا ہو۔لیکن دنیا دار اور لالچی نہ ہو تو اس کے پاس مریض کو ضرور لے جائیں۔اس نے کہا ٹھیک ہے اس کے بعد طاہر اور اس کا چچازاد بھائی مجھ سے رخصت ہوئے۔ مجھے بہت دعائیں دیتے رہے۔

طاہر کے میرے دفتر سے جانے کے بعد میں بہت غمگین تھا غالباً دن کے ۱۱ بجے کا وقت ہوگا۔ اس کی بیماری اور جوانی یاد کر کے دل بہت غمگین تھا کہ کاش میرے بس میں ہوتا کہ یہ یہاں سے صحت مند

ہو کر جاتا۔ اسی غم کی کیفیت میں میں نے دو رکعت صلوٰۃ حاجت پڑھی اور دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے۔ ایسی رقت تھی اور دل ایسے رو رہا تھا کہ بس میری دعا طاہر کیلئے دل سے نکل رہی تھی کہ یا اللہ آپ تو کُن فَیَکُون کی صفت کے مالک ہیں کہ جس چیز کے بارے میں فرمائیں ہو جا تو ہو جاتی ہے۔ یا اللہ اپنی اس صفت کو طاہر پر ظاہر فرما دے۔ آنسو آنکھوں سے جاری تھے جس کو میں قابو نہ کر سکتا تھا۔ اس کے بعد میں روزانہ یا دوسرے دن اپنے ساتھ دفتر میں ملازم لڑکے سے پوچھتا رہا کہ طاہر کی کوئی خیر خبر ہے یا نہیں۔ وہ ہمیشہ نفی میں جواب دیتا رہا۔ میرا یہ خیال ہوا کہ بیماری سے طاہر کی وفات ہو چکی ہو گی۔ دو ماہ بعد میں دفتر میں تھا کہ میرا اردلی خوشی خوشی کمرے میں داخل ہوا کہ طاہر آیا ہے اور بالکل ٹھیک ہے۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ یہ وہ طاہر ہے جس کو میں نے دو ماہ پہلے الوداعی ملاقات کر کے رخصت کر دیا تھا۔ اس نے کہا کہ میں بالکل ٹھیک ہو گیا ہوں یہ میرے ٹیسٹ ہیں اور اپنے سینے پر ہاتھ مار کر کہا کہ اب اس بدن میں کوئی بیماری نہیں ہے میں بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں۔ واقعی طاہر کی بیماری کے پہلے دنوں کو اور خون کی رپوٹوں کو میں نے سوچا اور پھر موجودہ حالت اور خون کی رپوٹوں کو دیکھا تو بالکل بیماری سے پاک۔ میں نے پوچھا کہ طاہر یہ سب کیسے ہوا؟ طاہر کے چچا زاد نے اور طاہر دونوں نے بتایا کہ آپ کے کہنے پر ہم نے معلومات کرائی تو ہمیں پتہ ملا کہ طمیر (افغانستان کا ایک علاقہ) میں ایک شخص ہے جو لا علاج مرض کیلئے دم کرتا ہے یہ شخص اپنے علاقے میں بہت مشہور ہے۔ طاہر نے بتایا کہ پورا باشرع شخص ہے۔ پوری ڈاڑھی، سر پر پگڑی (عمامہ) باندھتا ہے، نمازی، پرہیز گار اور متقی ہے اور فی سبیل اللہ لوگوں کو دم کرتا ہے۔ طاہر نے بتایا کہ اس نے کہا کہ دو دفعہ اور آنا پڑے گا۔ اس شخص نے دم کیا تو اس کو محسوس ہوا کہ پچاس فیصد بیماری بدن سے ختم ہو گئی ہے۔ پہلی مرتبہ طاہر دو بندوں کے سہارے کے ساتھ گاڑی میں گیا تھا دوسری مرتبہ خود بغیر سہارے کے بزرگ صاحب کے پاس دم کے لیے گیا۔ دوسری مرتبہ کے دم سے بیماری مکمل طور پر بدن سے ختم ہوتی محسوس ہوئی۔ یوں بدنی لحاظ سے اور خون کی رپوٹوں کے لحاظ سے طاہر کو اللہ نے مکمل صحت یاب فرمایا۔ طاہر کے چچا زاد بھائی نے مزید بتایا کہ گھر کے افراد نے صدقہ، خیرات اور قرآن مجید کی تلاوت اور دعاؤں کا سلسلہ بھی ساتھ ساتھ جاری رکھا تھا۔

ملفوظاتِ شیخ (حضرت ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہم)

(ظہور الٰہی فاروقی صاحب)　　(قسط نمبر:۲۶)

دِینی علم،دِینی اعمال اور دِینی صفات کی عظمت و اهمیت اور ضرورت کورَد کر کے صرف سائنس اورٹیکنالوجی اور اسلحه و دِیگر مادی اسباب پر آ جانا یه کامیابی کا راز نهیں هے :

فرمایا کہ باڑہ گلی میں تصوف کا سیمینار تھا، چیف گیسٹ نے جو افتتاحی تقریب میں تقریر کی، اس میں انھوں نے کہا کہ ایک پُرانا علم ہے جو کہ دِین کی شکل میں ہے اور نیا علم جو ہے وہ فلسفہ کی شکل میں اور ایک سائنس کی شکل میں ہے اور ایک تفریحی علم ہے۔ پھر انھوں نے کہا کہ چار ہزار کفار عراق میں بیٹھے ہوئے ہیں اور چار ہزار افغانستان میں بیٹھے ہوئے ہیں اور سارے ملک کو انھوں نے کنٹرول کیا ہوا ہے۔ لہٰذا آپ نے محسوس کیا ہو گا کہ پُرانے علم کے ذریعے آپ کیا حاصل کر سکیں گے جب تک کہ آپ کے پاس سائنس، ٹیکنالوجی وغیرہ نہ ہوں۔ ہم بھی جدید دُنیا میں رہنے والے لوگ ہیں تو طبیعت ذرا اس سے متاثر اور خفا ہوئی۔

ایک دِینی ماحول کی شخصیت بیان کرنے کے لیے تشریف لائی یعنی حضرت مولانا ارشد الحسینی صاحب جن سے میں نے اس بات کا تذکرہ کیا۔ انھوں نے فوراً کہا کہ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ کو کس نے کہا کہ چار ہزار عراق میں اور چار ہزار افغانستان میں ہیں۔ عراق میں ڈیڑھ لاکھ فوج ہے اور ستر ہزار افغانستان میں ہے۔ پھر فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب! اسلحے سے کہاں مغلوب کیا ہے، تفرقے سے کیا ہے۔ میں نے کہا کہ دیکھیں اب صحیح دِینی ماحول کے آدمی نے دو جملوں میں اس کا جواب دے دیا۔ پہلے تو یہ کہا کہ آپ کے بیان کرنے والے کی اخباری معلومات ہی غلط ہیں کہ وہ چار چار ہزار کہہ رہا ہے حالانکہ ڈیڑھ لاکھ ایک جگہ پر ہے اور ستر ہزار دوسری جگہ پر ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ وہ جو اسلحے سے کہہ رہا ہے وہ اسلحے سے کہاں ہوا ہے وہ تو تفرقے سے ہوا ہے۔ پہلے تقسیم کر کے تفرقہ ڈالا گیا ہے پھر اُن کو نتائج حاصل ہوئے ہیں۔ افسوس ہوا کہ ایک یونیورسٹی کا وائس چانسلر، پی ایچ

ڈی ڈاکٹر اور شخصیت اتنی بودی۔

جس وقت افغانستان میں طالبان پر کفار کا حملہ ہو رہا تھا تو پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے تجربے سے اور سن پینسٹھ اور اکہتر کی جنگوں کے تجربے سے، اور بدر و حنین کے معرکوں اور تبوک اور خندق کے غزوات کا جو تجربہ ہمارے سامنے گزرا ہوا ہے اور اس کا مطالعہ ہے ہمارا اس کو سامنے رکھتے ہوئے اور B-52 کی بمباری کو، ڈیزی کٹر بم کو سب چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہم پھر بھی اس تسلی میں تھے کہ آخر میں (Take Over) کرنے کے لیے اور جگہ کو لینے کے لیے زمین پر اُتر کر دَست بدَست جنگ کرنی ہوتی ہے، اس کے بغیر مسئلہ حل نہیں ہوا کرتا۔ تو عالمی عسکری تجربے سے جو میرے مطالعے میں ہے ہمیں اس بات کا اندازہ تھا کہ جب بالکل آخر میں بات آئے گی دَست بدَست جنگ کی تو اس میں امریکی اور مغربی فوجی ٹھہر نہیں سکیں گے۔ تو آپ جواب دیں کہ آخری دَست بدَست جنگ کا معرکہ انھوں نے کیسے سَر کیا ہے؟ شمالی اتحاد کی مدد سے۔ پھر تو اسلحے سے نہ ہوا تفرقے سے ہوا۔ دو باتوں میں صحیح ماحول کے آدمی نے اسلحے اور تفرقے کو سامنے کر کے امریکہ کی یونیورسٹیوں میں جان کھائے ہوئے پی۔ ایچ۔ ڈی دانشور کو اس مولوی نے اُلٹا کر کے رکھ دیا میرے سامنے، اور میں اس کے تجربے اور علم پر عَش عَش کرنے لگا اور میں نے کہا آفرین ہے تیرے اس باپ اور خاندان پر جس نے تمہاری ایسی تربیت کی ہے۔

اسلحے جمع کرنے کے ہم انکاری نہیں ہیں سورۂ توبہ کی آیت **اعدو لھم ما استطعتم** کے ضمن میں ہمیں اس کے بارے میں حکم دیا ہوا ہے، لیکن دِینی علم، دِینی اعمال اور دِینی صفات کی عظمت و اہمیت اور ضرورت کو رَد کر کے صرف سائنس اور ٹیکنالوجی اور اسلحہ و دِیگر مادی اسباب پر آجانا یہ کامیابی کا راز نہیں ہے۔ ہمارا اصلی سرمایہ وہ صفات ہیں جو کہ توحید و توکل کی شکل میں اللہ تعالیٰ کی ذات ذُوالجلال کے ساتھ تعلق ہے۔ اور محبت اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق ہے۔ اور آخرت میں جنت کی رعنائیاں اور دوزخ کی ہولناکیاں اور اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہو کر جواب دینا (Accountability) یہ ہمارا سرمایہ ہے۔ اور ان کے ہوتے

ہوئے باقی چیزوں میں حتی المقدور جتنا بس ہے اس میں پوری کوشش کرنی ہے اس میں کمی نہیں چھوڑنی۔اور جہاں بس نہ رہے اور بات ہمارے بس سے باہر ہو جائے اس جگہ پھر گڑگڑا کر اللہ کے حضور پکارنا ہے۔تو صفت توحید، صفت توکل اور وابستگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ باکمال کے ساتھ ، جنت کا شوق اور دوزخ کا خوف اور اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہو کر جوابدہی (Accountability) یہ ہمارا سرمایہ ہے۔جس کی ہمارے ایک مزدُور کسان سے لے کر فرمانروائے وقت تک سب کو ضرورت ہے۔بڑا افسوس ہے ان دُنیاداروں پر، اصلی حقیقی سرمایہ جو ہے اس کی طرف رُجوع نہیں کر رہے۔ مشرق و مغرب کے فلسفے کو کھنگالا ہوا آدمی علامہ اقبال اس بات کو کہہ رہا ہے۔

ے
اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسولِ ہاشمیؐ
اُن کی جمیعت کا ہے ملک ونسب پر انحصار
قوت مذہب سے مستحکم ہے جمیعت تری

میڈیا کے اثرات کی وجہ سے عوام بے دِینی کا شکار ھیں :

فرمایا کہ موجودہ حالات میں جو کچھ ہو رہا ہے یہ سب بے دِینی کی وجہ سے ہو رہا ہے، دینداری عوام میں نہیں ہے لہٰذا یہ اپنے مسائل کے حل کرنے کی دِینی ترتیب کو اختیار نہیں کرتے اس لیے مسائل میں اُلجھتے ہیں۔اور پھر میڈیا ہے وہ ہر مرد کے سامنے خوبصورت سے خوبصورت عورت کی تصویر لا رہا ہے اور اس کو احساسِ محرومی کا شکار (Frustrate) کر رہا ہے اور ہر عورت کے سامنے خوبصورت سے خوبصورت مرد کی تصویر لا رہا ہے اور اس کو فرسٹریٹ کر رہا ہے اور اتنے اُونچے معیارِ زندگی کو دکھایا جاتا ہے کہ وہ ہر ایک آدمی کو فرسٹریٹ کر رہا ہے۔

ایک بات آپ کو عجیب سناؤں جو میرے تجربے سے گزری، یہ معاشرے کے ناسور ہیں۔

ایک ڈاکٹر صاحب آیا اس نے کہا جی شادی ہوگئی ہے اور گھر والی بالکل نباہ نہیں کر رہی ہے۔اس کو

مختلف ترتیبیں میں نے سمجھائیں، اندازہ ہوا کہ کوئی نبھنے کے حالات نہیں ہیں۔ میں نے کہا ڈاکٹر صاحب! آپ خفا نہ ہوں اور میری اس بات کا برا نہ منائیں، آپ کی گھر والی کے کہیں تعلقات ہیں۔ اس نے کہا نہیں ہمارا بڑا روایتی ماحول ہے۔ میں نے کہا مرضی ہے آپ کی، بحرحال اس پہلو پر آپ غور کریں۔ ایک دن وہ آیا اس نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب اس کی ڈائری مجھے ملی ہے۔ اس میں میں نے دیکھا کہ ایک نوعمر امریکی اداکار کی تصویر ہے اس کے نیچے اس نے لکھا ہوا تھا: In Heaven, I have been married to you. (عالم بالا میں... میری آپ کے ساتھ شادی ہوگئی ہے)۔ میڈیا کے ہاتھوں تصویر کی عاشق ہو کر اس کے ساتھ شادی رچائے بیٹھی ہے جس تک پہنچ بھی نہیں سکے گی اور خاوند سے بیزار ہو رہی ہے۔ میں نے کہا چلیں نباہ نہیں ہو رہا، سال دو سال کا عرصہ آپ نے کر لیا اب آپ فراغت حاصل کریں اور Let her suffer (اُسے خوار ہونے دیں)۔ پانچ دس سال بعد جب پیچھے مڑ کر دیکھے گی تو ٹرین جا چکی ہوگی اور ویرانہ ہی ویرانہ ہوگا۔

ایک سال کی حلال روزی کا بندوبست:

فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ کسی آدمی پر فاقہ آجائے اور تین دن تک اسے کسی کے آگے بیان نہ کرے اور برداشت کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک سال کی حلال روزی کا بندوبست فرما دیتے ہیں۔

مصر میں قبرستان والی مسجد میں چار طلبا رہ رہے تھے اور دینی علم حاصل کر رہے تھے، اُس وقت مدرسے تو ہوتے نہیں تھے ایک ایک کتاب ایک ایک اُستاد پڑھایا کرتا تھا۔ تو یہ چاروں اپنا خرچ اخراجات لے کر آکر اُستاد صاحب کے پاس داخل ہوئے، پڑھنے لگے۔ اُستاد صاحب بڑے ذوق و شوق سے پڑھاتے تھے، انھوں نے وقت اتنا لے لیا کہ ان کا خرچہ ختم ہو گیا۔ ایک دن فاقہ گزرا، دوسرے دن فاقہ گزرا، تیسرے دن فاقہ گزرا تو انھوں نے کہا کہ بھائی اب تو تین دن فاقہ ہو گیا ہے۔ اب سوال کرنا جائز ہو گیا ہے، سوال کریں۔ اب سارے غیرتِ ایمانی والے، ایک کہتا ہے تُو سوال کر، دوسرا کہتا ہے تُو سوال کر، چاروں میں سے کوئی تیار نہ ہوا۔ انھوں نے کہا کہ قرعہ ڈالو۔ قرعہ ڈالا

تو ایک طالبعلم کا نام نکلا غالباً سفیان ثوریؒ کا نام نکلا کہ یہ جا کر سوال کرے۔ جب نام نکلا تو انھوں نے سوچا کہ اب سوال کرنا جائز ہے۔ میں کیا جا کر لوگوں کے آگے دھکے کھاؤں گا خوار ہوں گا ۔اُٹھے اور رات کو انھوں نے وضو کیا اور وضو کر کے نماز پڑھی اور نماز پڑھ کر اللہ کے حضور گڑگڑائے۔ یا اللہ! ہم تیرے راستے کے مسافر ہیں، ہمارے اخراجات ختم ہیں، یا اللہ! تو ہمارا بندوبست فرما۔ بادشاہِ وقت نے خواب دیکھا کہ آسمان سے ایک فرشتہ اُترا، اس کے ہاتھ میں نیزہ ہے اس نے اُترتے ہی آ کر اس کے پہلو میں پسلی پر کچوکا دیا نیزے کا اور کہا اُٹھ قبرستان والوں کی مدد کر۔ بادشاہ گھبرا کر اُٹھا، خواب تھا گردوپیش میں کچھ بھی نہیں تھا سو گیا کہ بس ایک خواب تھا۔ اب یہ اللہ کے حضور گڑگڑا رہے ہیں۔ دوبارہ بادشاہ نے خواب دیکھا کہ پھر وہی فرشتہ آرہا ہے اور اس نے آ کر کچوکا دیا پہلو میں، اٹھ قبرستان والوں کی مدد کر۔ یہ پھر جاگا اور سوچا کہ خواب ہے کوئی خاص بات نہیں ہے۔ تیسری بار پھر یہ سویا تو فرشتہ اُترا اس نے کچوکا مارا تو یہ اُٹھا تو اس نے دیکھا کہ وہاں پر زخم بھی ہے۔ اس نے سوچا کہ یہ تو عام بات نہیں ہے، وزیر کو بلایا اسے کہا کہ ایسی صورتحال ہے۔ اس نے کہا کہ ٹھیک ہے قبرستان میں مسجد ہے میں وہاں جا کر دیکھتا ہوں۔ تو وزیر آیا اس نے دیکھا کہ قبرستان کی مسجد میں چار آدمی بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس نے کہا کہ بادشاہ سلامت نے یہ پیسے آپ کے لیے بھیجے ہیں اور کہا ہے کہ ان سے آپ اپنی ضرورت پوری کریں اور کل بادشاہ سلامت آپ کی ملاقات کے لیے خود حاضر ہوں گے۔ پیسے انھوں نے لیے اور آپس میں مشورہ کیا کہ اگر بادشاہ سلامت ملاقات کے لیے آ گیا تو اس کے بعد ہم بڑے بزرگ مشہور ہو جائیں گے، اور ہم تو یہاں اللہ کے دِین کا علم حاصل کرنا چاہتے ہیں، یہ علم ہم سے رہ جائے گا۔ ہمیں اس آزمائش سے بچنا چاہیے، وہ وہاں سے ہجرت کر کے چلے گئے۔ بادشاہ جب آیا تو یہ موجود نہیں تھے۔ پھر بادشاہ نے اُن کی یاد میں مسجد کے ساتھ ایک مدرسہ بنا دیا۔ وہ مدرسہ جامعہ ازہر ہے جو اُن بزرگوں کی وجہ سے وجود میں آیا۔

(جاری ہے)

ایک خط

(محمد اصغر کوہاٹی، مدرس مدرسہ عبداللہ بن مسعودؓ کوہاٹ شہر)

باسمہٖ سبحانہٗ و تعالیٰ

محترم المقام فضیلۃ الشیخ گرامی قدر حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت فیوضہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ!

بعد از صد تسلیمات و تعظیمات!

اللہ تعالیٰ کا بندہ پر خصوصی فضل و احسان ہوا کہ جس نے آنجناب کی چند اصلاحی اور روحانی مجالس میں شرکت کی سعادت نصیب فرمائی، **فللہ الحمد**۔ بندہ ڈاکٹر سید فہیم شاہ صاحب کا تہہ دل سے ممنون ہے کہ جن کی خصوصی شفقت و نوازش سے آنجناب کی روحانی مجالس تک رسائی ہوئی، **فجزاہ اللہ خیرا احسن الجزاء** آمد برسرِ مطلب:

عالی جاہ! اس تحریر کا محرک و مقصد بندہ کے قلبی تاثرات و افکار ہیں۔ بندہ چونکہ مدارسِ دینیہ کا پروردہ و خوشہ چین ہے لہٰذا پہلی دفعہ آنجناب کے مجلس میں شرکت اصلاح کے ساتھ ساتھ تنقید و تنقیح بھی تھی (بندہ ابھی تک اپنے اس نیت و ارادے پہ استغفار کر رہا ہے) لیکن اس وقت چراغ تلے اندھیرا کے مصداق بندہ حضرت کی اتنی اونچی نسبت کے بارے میں صحیح علم نہیں رکھتا تھا۔ وجہ اس کی یہی تھی کہ شُنید صرف اتنی تھی کہ پیر صاحب صرف ''ڈاکٹر'' ہیں، عالم نہیں۔ بہرحال جب پہلی دفعہ ماہانہ اجتماع بمقام پشاور جانا ہوا، تو الحمد اللہ! دل کی دنیا ہی بدل گئی، بالخصوص جب حضرت ڈاکٹر صاحب کے سلسلۃ الذھب (Gloden Chain) کے بارے میں پتہ چلا کہ حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ سے ہے تو چشم ماروشن دل ماشاد ہوا۔

اللہ اکبر! وہی خانقاہِ امدادیہ تھانہ بھون کا منظر و جھلک جو کتابوں میں پڑا، حضرات اکابر و اساتذہ سے سنا، دیکھنے میں ملا۔ یہاں اس مجلس کی کچھ واقعات و مشاہدات ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں جس نے بندہ کو کافی متاثر کیا۔

۱۔ بندہ کو جب حاضرینِ مجلس کے بارے میں پتہ چلا کہ ان میں اکثریت جدید تعلیم یافتہ طبقے سے ہیں تو بندہ کو اس بات نے ورطۂ حیرت میں ڈال دیا کیونکہ وہاں پر سامعین وحاضرین نہ تو کلین شیو تھے اور نہ سوٹڈ بوٹڈ تھے، بلکہ وہاں پر ہر طرف ہر چہرہ بشرہ سنت رسول سے مزین ومنور تھا۔ اللہ اکبر کبیرا اتنی بڑی تبدیلی اس کا تو بندہ تصور بھی نہیں کرسکتا تھا خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔

۲۔ مجلس میں جب ایک شخص غالباً یہ حضرت صاحب کے مرید ہی ہونگے ، اپنی بچی دم کرانے کیلئے حضرت صاحب کے پاس لے آئے۔ بچی چونکہ انتہائی مختصر لباس میں ملبوس تھی اس لئے حضرت نے بطورِ اصلاح یہ کہہ کر واپس فرمادی کہ ''پہلے اس کو مسلمانوں والا لباس تو پہنادو'' یہی تو ہے وہ تھانوی رنگ، جو کسی اور رنگ اور ماحول سے رنگ نہیں لیتا کیونکہ صبغة اللہ یعنی اللہ کا رنگ ایک دفعہ جسے لگ جائے وہ مخلوق کا رنگ کہاں لے گا۔

حاضرینِ مجلس میں سے سوال جواب کے نشست میں سوال کیا گیا کہ ''حضرت بیعت کرنا کیوں ضروری ہے؟ تو حضرت نے برجستہ جواب دیا بھائی اس ''کیوں'' کو نکالنے کیلئے''۔ سبحان اللہ! کیا خوب حکیمانہ انداز کیا مشفقانہ طرزِ جواب۔

الغرض اس طرح کے ایمان افروز اور روح پرور حالات و واقعات کا مشاہدہ کر کے آنکھیں روشن ہوگئیں اور دل ایمانی جذبات سے لبریز۔ اس طرح روحانی اجتماع سے کافی فائدہ ہوا۔

دوسری دفعہ زیارت سے اس وقت مشرف ہو گئے جب حضرت مدرسہ عبداللہ بن مسعودؓ کوہاٹ شہر تشریف لائے ، یہاں مدرسہ میں حفاظ کرام کی دستار بندی کے سلسلے میں ایک جلسے کا انعقاد کیا گیا تھا۔ حضرت صاحب نے یہاں بھی پر مغز ، پرنور اور ایمان افروز بیان فرمایا ، خصوصاً اسلاف کے واقعات سنا کر قلب وجگر گرمایا۔ بیان کو حاضرین مجلس نے سراہا اور سامعین کے قلب واذہان کو ایمانی جِلا بخشی۔ فبارک اللہ فی عمرہٖ۔

تیسری دفعہ سالانہ اجتماع ایبٹ آباد جانے کی سعادت ملی اور یہ بھی برادر مکرم ڈاکٹر سید فہیم شاہ صاحب کے طفیل، اللہ تعالیٰ ڈاکٹر موصوف کے عمر اور اہل و عیال میں خوب خوب برکت عطا فرمائیں۔ آمین! اس روحانی اجتماع سے بھی خوب مستفید ہوئے۔ اس میں دوسرے حضرات علماء و مشائخ کی شرکت اور بیانات خوش آئند بات تھی۔ الحمد اللہ ہر خاص و عام نے خوب استفادہ کیا۔ بندہ کی، اپنے ایک ساتھی جو کہ ابھی عالم فاضل ہیں، سے بھی اس اجتماع میں ملاقات ہوئی۔ ان کے تاثرات بھی بہت اچھے تھے اور وہ بھی حضرت والا سے کافی متاثر تھے۔

اللہ تعالیٰ آپ حضرات کا سایہ تا دیر ہمارے بلکہ اس امت مرحومہ کے سروں پر قائم و دائم رکھے اور اللہ تعالیٰ آپ حضرات اکابر کے ان کوششوں میں خوب برکت عطا فرمادے اور مزید ترقیاں و درجات نصیب فرمادیں، ہر قسم کے شرور و فتن سے اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین!

تجاویز:

''خاک راچہ نسبت بہ آفتاب'' کے مصداق بندہ اس قابل تو نہیں کہ کوئی تجویز دے سکے لیکن اتنی بڑی جسارت اس لئے ہو رہی ہے کہ بندہ نے ہر اجتماع کے آخر میں دیکھا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب مدظلہ نے تاثرات و تجاویز کیلئے باقاعدہ ایک نشست مقرر کی ہے اور یہ خود احتسابی اہلِ حق ہونے کہ بہت بڑی دلیل اور بین ثبوت ہے ورنہ کون ہے جو اس گئے گزرے دور میں اپنے آپ کو یا اپنے کام کو احتساب کیلئے پیش کر سکے۔ بس یہی کہہ سکتے ہیں **ذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشآء**۔ بہر حال کچھ باتیں ذہن میں آرہی ہیں جس کا برملا اظہار اس لئے نہیں کر سکا کہ مقامِ ولایت سے ناآشنا و بے بہرہ بندہ کوئی گستاخی نہ کر بیٹھے جو موجبِ حرمان بنے۔ اس لئے تحریر کا سہارا لیا، آنجناب کے لطافت عامہ سے امید واثق ہے کہ بے ادبی و گستاخی سے درگزر فرما کر عفو و احسان کا معاملہ فرمائینگے انشاء اللہ العزیز:

۱۔ سب سے پہلی بات یہ کہ اجتماع میں شرکت کرنے والے چونکہ اکثر حلقہ ارادت سے

تعلق رکھنے والے ساتھیوں کی ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر انہیں اس ایک رات تہجد کیلئے جگایا جائے تو میرے خیال میں بہت ہی اچھا ہوگا کیونکہ اس سے تہجد کی عملی مشق ہوگی۔

۲۔ اجتماع کے موقع پر مراقبات کی عملی مشق کرائی جائے بالخصوص مراقبہ موت کی۔

۳۔ سیکھنا اور سکھانا! یعنی نماز، کلمہ اور کم از کم آخری دس سورتیں، چونکہ شرکاء اجتماع میں علماء اور حفاظ حضرات بھی ہوتے ہیں ان کی وساطت اور معاونت سے اگر آدھا گھنٹہ اس کیلئے خاص کر دیا جائے مثلاً بڑے اجتماع یا ماہانہ اجتماع کے موقع پر بھی اگر اس کی ترتیب بنادی جائے تو انشاءاللہ کافی مفید ثابت ہوگا۔

۴۔ نماز کی عملی مشق: حاضرینِ مجلس میں سے ایک عالم صاحب کھڑے ہو کر نماز کا عملی ڈھانچہ پیش کریں۔ اس سلسلے میں استاذ مکرم مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم کا رسالہ "نمازیں سنت کے مطابق پڑھیں" ممد و معاون ثابت ہوگا۔

۵۔ کتب مخصوصہ کی تعلیم اگر کوئی مولوی صاحب کرے تو حضرات صحابہؓ اور دوسرے اولیاء اللہ کے نام مبارک صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھنے کا اہتمام ہو جائے گا۔ **ھذا ما عندی و اللّٰہ اعلم بالصواب۔**

جواب: ساری تجاویز بہت مناسب ہیں۔ موقع بموقع انشاءاللہ ان پر عمل کریں گے۔

☆☆☆☆☆☆☆

محبت حق کی علامت

اللہ تعالیٰ جس بندے سے محبت کرتے ہیں اس کو وہ عیوب دکھلا دیتے ہیں جو خود اس کے اندر ہیں، اللہ تعالیٰ جس سے محبت کرتے ہیں اس کے دل میں تمام مخلوقات کی محبت و شفقت پیدا کرتے ہیں اور اس کے ہاتھ کو سخاوت کا عادی بنا دیے دیتے اور نفس میں بلندیٔ ہمت (اور چشم پوشی) پیدا کر دیتے اور اپنے عیوب پر نظر کی توفیق دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اپنے کو سب سے کمتر دیکھنے لگے اور کسی قابل نہ سمجھیں۔ (البنیان المشید از حضرت احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ)

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

(پروفیسر ڈاکٹر اعجاز حسن خان، خیبر میڈیکل کالج، پشاور)

مدینے حاضری کا ہم کو انتظار رہے
وہاں پہنچ کہ سدا موسمِ بہار رہے

یہ ہم نے دیکھا ہے جا کر مدینے میں ہر بار
یہاں جو آئے وہ دنیا میں باوقار رہے

بقیع کی خاک میں مل کر کے خاک ہو جائیں
یہ خاک آپؐ کی راہ کا رہِ غبار رہے

اُحد پہ جاؤں تو میں سوچتا رہ جاتا ہوں
یہاں پہ سر بہ کفن کتنے جان نثار رہے

کہ آپؐ رحمتِ عالم ہیں ساقیٔ کوثر
طلب میں جامِ محبت کے دل فگار رہے

خدا کرے کہ یہ اعجازؔ کی ہو آخری منزل
مدینے والوں کی فہرست میں شمار رہے

☆☆☆☆☆☆☆

غصہ کے وقت کیا کیا جائے؟

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو چاہیئے کہ بیٹھ جائے، پس اگر بیٹھنے سے غصہ فرو ہو جائے تو فبہا اور اگر پھر بھی غصہ باقی رہے تو چاہیئے کہ لیٹ جائے۔ (معارف الحدیث از مولانا محمد منظور نعمانیؒ)

خصت اور عزیمت

(ابوالاسد کوہاٹ)

عالم کی نیند عابد کی عبادت سے افضل ہے کیونکہ عالم علم کی روشنی میں مسائل پر صحیح عمل کرتا ہے جبکہ عابد بے علمی کی وجہ سے اچھے خاصے عمل کو خراب کر دیتا ہے۔ کہتے ہیں کہ دو لڑکے دارالعلوم میں علم حاصل کرنے کے لئے داخل ہوئے۔ ایک تو محنت میں لگا رہا دوسرا بھاگ گیا۔ اُس کا خیال ہوا کہ اہلِ تصوف کے ذریعے مختصر راستے سے ہی اللہ تعالیٰ کا تعلق حاصل کرنا چاہئے۔ چنانچہ کسی غیر محقق آدمی کے ہاتھ چڑھ گیا۔ اُس نے کہا کہ آپ کو آسان سی بات بتا دیں جو نفس چاہے اُس کی مخالفت کرو بس اس سے اللہ کا قرب ہو جائے گا۔ چنانچہ وہ کسی جنگل میں بیٹھ گیا۔ اُس کا دوسرا دوست مدرسے کی چھٹیوں کے دوران اتفاقاً اس جنگل سے گزرا۔ مجاہدہ کرنے والے صاحب کو دیکھا کہ وہ اپنی ناک میں ٹٹی کی باتیاں رکھے ہوئے ہے۔ طالب علم نے پوچھا: یہ کیا کر رہے ہو؟ اُس نے کہا مجاہدۂ نفس کر رہا ہوں۔ نفس خوشبوؤں کو چاہتا ہے اور میں اس کو بدبو سنگھا رہا ہوں۔ طالب علم نے کہا اللہ کے بندے! ٹٹی تو ناپاکی ہے۔ اس کے ناک میں ہوتے ہوئے وضو ہی نہ ہوا۔ وضو نہ ہوا تو نماز نہ ہوئی اور نماز نہ ہو تو پھر اللہ کا تعلق کہاں۔ اس نے کہا چھوڑئے ان بحثوں کو ہمیں شیخ نے یہی مجاہدۂ نفس سمجھایا ہے۔ محققین کے نزدیک محض نفس کو اذیت پہنچانا مجاہدہ نہیں ہے بلکہ بلا وجہ اپنے نفس کو اذیت دینے کا ایسے ہی گناہ ہے جیسے دوسرے کو اذیت دینے کا ہے۔ محققین کے نزدیک مجاہدہ یہ ہے کہ نیکی کو اختیار کرتے ہوئے جو مشکلات، ناگواریاں اور رکاوٹیں سامنے آئیں اُن کو برداشت کر کے نیکی حاصل کی جائے۔ ایسے ہی گناہ سے بچنے کے لئے جو مشکلات، ناگواریاں اور رکاوٹیں سامنے آئیں اُن کو برداشت کرتے ہوئے گناہ سے بچنا، بس مجاہدہ کی اتنی ہی حقیقت ہے۔ البتہ بعض ایسے کام اہلِ تصوف کرواتے ہیں جو بذاتِ خود تو عبادت نہیں ہوتے لیکن کسی نیکی کے حاصل کرنے اور گناہ سے بچنے کے اہم مقصد میں معاون ہو جاتے ہیں۔ یہ مجاہدات نہیں ہیں، معالجات ہیں۔ مثلاً اگر جذباتِ شہوانیہ زیادہ ہوں تو گوشت، انڈہ، مچھلی کھانے سے پرہیز کراتے ہیں، طبیعت میں یکسوئی پیدا کرنے کے لئے عوام سے

ملنے ملانے کو بند کراتے ہیں۔ یہ معالجات ہیں۔ مجاہدہ تو ساری عمر ہی کرنا ہوتا ہے، معالجہ ضرورت کے وقت تک ہے، مقصد حاصل ہوگیا تو معالجہ بھی ختم ہوگیا۔ چنانچہ عذر کے وقت، بیماریوں کے وقت شریعت نے جو سہولتیں دی ہوئی ہیں اُن کو اختیار نہ کرنا مجاہدہ نہیں ہے کم فہمی ہے۔ بعضے ان پڑھ لوگوں کو دیکھا کہ بیماری کی وجہ سے وضو کرنے کے قابل نہ رہے تو تیمّم کرنے کے بجائے نماز پڑھنا ہی چھوڑ دی۔ پوچھا تو جواب دینے لگے کہ تیمّم سے نماز پڑھنے کو دل نہیں مانتا۔ گویا شریعت کو ہی دل نہیں مانتا۔ ایسے ہی اعمال پر دو طریقوں سے عمل ہوسکتا ہے، رخصت سے اور عزیمت سے۔ رخصت آسان طریقے کو اختیار کرنے کو کہتے ہیں جبکہ عزیمت مشکل طریقے کے اختیار کرنے کا نام ہے۔ عذر کے وقت تو رخصت ہی افضل ہے۔ چنانچہ خطباتِ حکیم الامت میں دیوبند کا ایک بہت دلچسپ واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

لکھا ہے، دو بزرگ تھے، جن میں ایک اکبر تھے دوسرے کبیر۔ اکبر مرضِ وفات میں وضو کیا کرتے تھے۔ ان سے کبیر نے کہا کہ حضرت آپ ایسی حالت میں وضو کیوں کرتے ہیں۔ آپ کے واسطے تو اس وقت تیمّم کرنا جائز ہے۔ آپ تیمّم کیجئے تاکہ اس مشقت سے نجات ملے۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں عزیمت پر عمل کرتا ہوں۔ تو کبیر نے ان سے کہا کہ مولانا اس وقت آپ کا تیمّم نہ کرنا اس خیال کی وجہ سے ہے کہ آپ تیمّم کو وضو کے برابر طہارتِ کاملہ نہیں سمجھتے، ناقص سمجھتے ہیں اور یہ درحقیقت شریعت پر ایک اعتراض ہے کہ شریعت نے ایک عملِ ناقص کو ہمارے لئے تجویز فرمایا ہے اور اس خیال سے عزیمت پر عمل کرنا باعثِ اجر ہوا (یعنی زیادہ مشکل ترتیب کو اختیار کیا حالانکہ شریعت کی سہولت کو لینا چاہئے تھا)۔ چنانچہ وہ سمجھ گئے اور پھر رخصت پر عمل کرنا شروع کردیا۔

تو دیکھئے تیمّم کرنا جائز تھا اُن بزرگ نے اُس پر عمل نہ کیا اور برابر عزیمت پر عمل کرتے رہے اور وضو کو ہی اصل حکمِ شرعی سمجھتے رہے۔ حالانکہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ایسے مواقع تکلیف میں تیمّم کرنے کی اجازت عطا فرمائی ہے۔ جس سے معلوم کہ ان مواقع میں تیمّم وہی کام دیتا ہے جو وضو سے ہوتا ہے یعنی جس طرح وضو کرنے سے طہارتِ کاملہ حاصل ہوتی ہے اسی طرح تیمّم کرنے سے بھی طہارتِ کاملہ حاصل ہوجاتی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

حبطِ اعمال (قسط۔۳)

(مولانا ڈاکٹر عبیداللہ صاحب)

۱۸۔　　حبط اعمال کا اٹھارواں سبب حرام کھانا:

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَی اللّٰہ عَلَیہِ و سلَّمَ قَالَ لِسَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رضی اللّٰہ عنہ: یا سَعْدُ اَطِبْ مَطْعَمَکَ تَکُنْ مُسْتَجَابَ الدَّعْوَۃِ ، وَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنَّ الْعَبْدَ لَیَقْذِفُ اللُّقْمَۃَ الْحرامِ فِیْ جَوْفِہٖ مَا یُتَقَبَّلُ مِنْہُ عَمَلُ اَرْبَعِیْن یَوْمًا وَ اَیُّمَا عَبْدٍ بَنَتَ لَحْمہ" مِنْ سُحْتٍ فَالنَّارُ اَوْلیٰ بِہٖ .

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا، اے سعد! اپنا کھانا حلال رکھو یعنی حلال کھایا کرو مستجاب الدعا بن جاؤ گے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے آدمی لقمہ حرام اپنے پیٹ میں ڈالتا ہے جس کی نحوست سے چالیس دن تک کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ حرام کمائی سے جس کا گوشت پرورش پائے دوزخ کی آگ اس کے لئے زیادہ مناسب ہے۔

(گناہوں کا کفارہ اور مغفرت کے اسباب ص۳۱۶، بحوالہ ترغیب، ص۵۴۷، ج۔۲)

۱۹۔　　حبط اعمال کا انیسواں سبب حرام پہننا:

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ رضی اللّٰہ عنہما قال مَنِ اشْتَرای ثَوْباً بِعَشَرَۃِ دَرَاھِمَ وَفِیْہِ دِرْھَم" مِنْ حَرَامٍ لَمْ یَقْبَلِ اللّٰہُ عَزَّ و جَلَّ لَہٗ صَلَاۃً مَا دَامَ عَلَیْہِ ، ثُمَّ اَدْ خَلَ رَضِیَ اللّٰہ عَنْہُ اصبعَیْہِ فِیْ اُذُنَیْہِ وَقَالَ صُمَّتَا اِنْ لَمْ یَکُنِ النَّبِیُّ صلی اللّٰہ علیہ وسلّم سَمِعْتُہ" یَقُوْ لُہٗ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ عمرؓ سے روایت ہے کہ جس شخص نے دس درہم میں کوئی کپڑا خریدا اور ان میں ایک درہم بھی حرام کا تھا، جب تک وہ کپڑا اس کے جسم پر رہے گا اس کی کوئی نماز اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہ ہوگی (یہ بیان کر کے) حضرت ابن عمرؓ نے اپنی دو انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں داخل کیں اور بولے بہرے ہو جائیں میرے یہ دونوں کان، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات فرماتے نہ سنا ہو (یعنی میں نے جو کچھ کہا ہے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے کانوں سے سنا ہے)۔ (گناہوں

کا کفارہ اور مغفرت کے اسباب، ص۔ ۳۱۶، ۳۱۷، بحوالہ ترغیب، ص۔ ۵۴۸، جلد ۲)

۲۰۔　　حبط اعمال کا بیسواں سبب کسی کا حق غصب کرنا:

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَ قَّاصٍ رضی اللّٰہ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وسَلَّمَ قَالَ : مَنْ اَخَذَ شِبْرًا مِنَ الْاَرْضِ بِغَیْرِ حَلِّہٖ طُوِّقَہٗ مِنْ سَبْعِ اَرْضِیْنَ لَا یُقْبَلُ مِنْہُ صَرْف" وَلَا عَدْل".

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص ایک بالشت زمین کسی دوسرے کی ظلم سے چھین لے گا قیامت کے دن وہ حصہ سات زمینوں تک طوق بنا کر اس ظالم کی گردن میں ڈال دیا جائیگا نہ اس کے فرض قبول ہوں گے اور نہ نفل۔

(گناہوں کا کفارہ اور مغفرت کے اسباب، ص ۳۱۷، ۳۱۸، بحوالہ ترغیب، ص ۱۶، جلد ۲)

۲۱۔　　حبط اعمال کا اکیسواں سبب قطع رحمی:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَ ۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول للّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم اِنَّ اَعْمَالَ بَنِیْ آدَمَ تُعْرَضُ کُلَّ خَمِیْسٍ لَیْلَۃِ الْجُمْعَۃِ فَلَا یُقْبَلُ عَمَلُ قَاطِعِ رَحِمٍ.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی آدم کے اعمال ہر شب جمعہ کو پیش کئے جاتے ہیں قطع رحمی کرنے والے کا عمل قبول نہیں کیا جاتا۔

(گناہوں کا کفارہ اور مغفرت کے اسباب، ص ۳۱۸، بحوالہ احمد)

چھ چیزوں سے حبط اعمال:

سِتَّۃُ اَشْیَاءٍ تُحْبِطُ الاَعْمَالَ اَلْاِشْغَالُ بِعُیُوْبِ النَّاسِ و قَسْوَۃُ الْقَلْبِ وَ حُبُّ الدُّنْیَا وَ قِلَّۃُ الحَیَاءِ وَ طُوْلُ الْاَمَلِ وَ ظَالِمٌ لَّا ینتھی.

ترجمہ: چھ چیزیں ہیں جو اعمال کو ضائع کرتی ہے۔ (۱) لوگوں کے عیوب تلاش کرنا (۲) دل کی سختی (۳) دنیا کی محبت (۴) حیا کی قلت (۵) امیدوں کا طویل ہونا (۶) اور وہ ظالم جو اپنے ظلم سے باز نہیں آتا۔ (بکھرے جواہر از مولانا محمد امین دوست، ص ۲۷۹، بحوالہ فردوس لدیلمی)

۲۲۔　　حبط اعمال کا بائیسواں سبب لوگوں کے عیوب تلاش کرنا:

اس کی دلیل مذکورہ بالا حدیث ہے جس میں چھ چیزوں کا ذکر آیا ہے۔

اس کے علاوہ ایک دوسری حدیث میں ہے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے پکارا اور فرمایا: اے وہ لوگوں جو زبان سے اسلام لائے ہو اور ان کے دلوں میں ابھی ایمان پوری طرح اترا نہیں ہے مسلمان بندوں کو ستانے سے اور ان کو عار دلانے اور شرمندہ کرنے اور ان کے چھپے ہوئے عیبوں کے پیچھے پڑنے سے باز رہوں کیونکہ اللہ کا قانون ہے کہ جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کے چھپے عیبوں کے پیچھے پڑے گا اور اس کو رسوا کرنا چاہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کے پیچھے پڑے گا اور جس کے عیوب کے پیچھے اللہ تعالیٰ پڑے گا وہ اس کو ضرور رسوا کرے گا (اور وہ رسوا ہو کے رہے گا) اگر چہ اپنے گھر کے اندر ہی ہو۔

(معارف الحدیث جلد دوم، ص ۲۱۵، بحوالہ ترمذی شریف)

۲۳۔ حبط اعمال کا تیئسواں سبب دل کی سختی:

دل کی سختی کا اعمال کیلئے مُحبِطْ ہونا بھی چھ چیزوں والی حدیث شریف میں صراحتاً مذکور ہے۔

اس کے علاوہ دوسری حدیث شریف ہے:

عَنْ جَرِيْرٍ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللّٰه علیه و سلم مَنْ يُحْرَمَ الرِّفْقَ يُحْرَمُ الْخَيْرَ.

ترجمہ: حضرت جریرؓ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی نرمی کی صفت سے محروم کیا گیا وہ سارے خیر سے محروم کیا گیا۔

(معارف الحدیث جلد دوم، ص ۲۲۲، بحوالہ صحیح مسلم)

۲۴۔ حبط اعمال کا چوبیسواں سبب دنیا کی محبت:

دلیل:۔ اوپر مذکورہ حدیث جس میں حبط اعمال کے سلسلے میں چھ چیزوں کا ذکر ہے۔

ایک دوسری حدیث شریف کا مفہوم ہے ’’دنیا کی محبت ہر خطا کی جڑ ہے‘‘۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بعض لوگ قیامت کے دن اتنے اعمال لے کر آئیں گے جیسا کہ ملک عرب کے پہاڑ لیکن وہ جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا یہ لوگ نمازی ہوں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نمازی بھی ہوں گے، روزہ دار بھی ہوں گے بلکہ تہجد گزار ہوں گے لیکن جب دنیا کی کوئی چیز (دولت، عزت وغیرہ) ان کے سامنے آجائے تو ایک دم اس پر کود پڑتے ہیں (جائز و ناجائز کی پرواہ نہیں

کرتے)۔ (فضائل صدقات، حصہ دوم، ص ۵۱۰)

۲۵۔ حبط اعمال کا پچیسواں سبب حیاء کی کمی:

دلیل:۔ حدیث مذکورہ بالا

ایک اور حدیث شریف میں ہے **الحیاء شُعْبَۃٌ مِّنَ الایمان** (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حیاء ایمان کا (ایک خصوصی) شعبہ ہے۔

دوسری حدیث شریف کا ترجمہ ہے تین آدمی جنت میں نہیں جائیں گے۔(۱) ماں باپ کا نافرمان (۲) دیوث اور (۳) مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتیں۔

(کتاب الکبائر کا اردو ترجمہ، ص ۲۲۲، از مولانا محمد صدیق ہزاروی، ص ۳۲۷، بحوالہ سنن نسائی)۔

[دیوث بے غیرت کو کہتے ہیں جو خود اپنی بیوی کے ناموس کی حفاظت نہیں کرتا۔ فیروز اللغات فارسی اردو، ص ۴۴۲]

اس حدیث شریف اور ایک اور حدیث شریف کو ترجمہ کے ساتھ لکھنے کے بعد فاضل مترجم لکھتے ہیں حضرت مصنف (علامہ ذہبیؒ مراد ہے) فرماتے ہیں جو شخص اپنی بیوی کے بارے میں بے حیائی کا گمان رکھتا ہے اور اس کی محبت کی وجہ سے اس بات سے غفلت برتتا ہے یا اس ڈر سے کہ اس عورت کا اس پر قرض ہے اور وہ عاجز ہے یا بھاری مہر ہے یا چھوٹے بچے ہیں اور وہ اسے قاضی کے پاس لے جا کر ان بچوں کا حق مانگے گی تو وہ شخص کمینہ ہے جو اس خرابی کو نظر انداز کرتا ہے اور جس شخص میں غیرت نہ ہو اس میں کوئی بھلائی نہیں۔

(حوالہ بالا، ص ۲۲۳، بتغیر یسیر)

۲۶۔ حبط اعمال کا چھبیسواں سبب امیدوں کا طویل ہونا:

دلیل حدیث مذکورہ بالا جس میں چھ چیزوں کا ذکر ہے اور جس کو بکھرے جواہر کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ چار چیزیں بدبختی کی علامت ہیں۔ (۱) آنکھ کا خشک ہونا (کہ اپنے گناہ اور آخرت کی کسی بات پر رونا ہی نہ آئے)، (۲) دل کا سخت ہونا، (۳) امیدوں کا طویل ہونا اور (۴) دنیا کی حرص۔ (فضائل صدقات، حصہ دوم، ص ۵۴۴)

۲۷۔ حبط اعمال کا ستائیسواں سبب ظلم:

دلیل وہی حدیث ہے جس میں چھ چیزوں کا ذکر ہے۔ دوسری حدیث شریف ہے:

اَلظُّلْمُ ظُلُمَاتٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ .

ترجمہ۔ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہوگا۔(متفق علیہ)

جو شخص قیامت کے دِن نماز، زکوٰۃ، روزے اور حج کے ساتھ آئے گا لیکن کسی کو گالی دی ہوگی، کسی کا مال لیا ہوگا، کسی کی بے عزتی کی ہوگی، کسی کو مارا ہوگا اور کسی کا خون بہایا ہوگا۔اس کو حدیث شریف میں (آخرت کا) مفلس کہا گیا ہے۔ پہلے اس کی نیکیاں حقداروں میں تقسیم کی جائیں گی اور جب وہ ختم ہو جائیں گی تو پھر حقداروں کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے اور آخر کار اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

(کتاب الکبائر کا اردو ترجمہ از مولانا محمد صدیق ہزاروی، ص ۱۶۸، بحوالہ صحیح مسلم، ج۔۲، ص ۲۳)

۲۸۔ حبط اعمال کا اٹھائیسواں سبب غیبت:

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ رسول اللّٰہ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وسلّم قَالَ اِنَّ الرَّجُلَ لَیُؤتٰی کِتَابَہٗ منشوراً فَیَقُوْلُ یَارَبِّ فَاَیْنَ حَسَنَاتُ کَذَا وَ کَذَا عَمِلْتُھَا و لَیْسَت فی صَحِیْفَتِیْ ؟ فَیَقُوْلُ لَہٗ مُحِیَتْ بِاِغْتِیَا بِکَ النَّاسِ .

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے قیامت کے دِن ایک آدمی لایا جائے گا کہ اس کا نامہ اعمال کھلا ہوا ہوگا (جس میں وہ دیکھ کر) کہے گا، اے میرے رب کہاں ہیں میری فلاں فلاں نیکیاں جن کو میں نے کیا تھا وہ میرے نامہ اعمال میں موجود نہیں ہیں تو حق تعالیٰ شانہ اس کو ارشاد فرمائیں گے تیری غیبت نے ان کو مٹا دیا۔(گناہوں کا کفارہ اور مغفرت کے اسباب، ص ۳۱۸، ۳۱۹، بحوالہ ترغیب، ص ۵۱۵، جلد ۳)

۲۹۔ حبط اعمال کا انتیسواں سبب حسد:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃ رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و سلم قال ایّاکم وَ الْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ یَاْ کُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ .

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حسد سے بچو کیونکہ حسد آدمی کی نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

(گناہوں کا کفارہ اور مغفرت کے اسباب، ص ۳۱۹، بحوالہ ترغیب)

(جاری ہے)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُوَ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ طِیۡنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَۃَ مُضۡغَۃً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا ٭ ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰہُ خَلۡقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡنَ ۝ رَبِّ ہَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ۝ رَبِّ لَا تَذَرۡنِیۡ فَرۡدًا وَّ اَنۡتَ خَیۡرُ الۡوٰرِثِیۡنَ ۝ رَبِّ ہَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ۚ اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ط یَہَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَہَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَ ط اِلٰہِی بَحُرۡمَتِ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمۡ وَ اَہۡلِ بَیۡتِ الۡعِظَّام.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ طِیۡنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍ مَّکِیۡنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَۃَ مُضۡغَۃً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا ٭ ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰہُ خَلۡقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡنَ ۝ رَبِّ ہَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ۝ رَبِّ لَا تَذَرۡنِیۡ فَرۡدًا وَّ اَنۡتَ خَیۡرُ الۡوٰرِثِیۡنَ ۝ رَبِّ ہَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ۚ اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ط یَہَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَہَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرَ ط اِلٰہِی بَحُرۡمَتِ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمۡ وَ اَہۡلِ بَیۡتِ الۡعِظَّام.

دارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک واحسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جھری ذکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سو بار لا الہ الا اللّٰہ، سو بار الا اللّٰہ اور سو بار اللّٰہ کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں لا الہ الا اللّٰہ دوسو بار، الا اللّٰہ چار سو بار اللّٰہُ اللّٰہ چھ سو بار، اللّٰہ سو بار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کر سکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہو سکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالٰی کا انکار کر سکتا ہے، رسول کا انکار کر سکتا ہے آخرت کا انکار کر سکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کر سکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی موت آنی ہے آ کر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدَحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعاجو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑ یو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہر حال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُّوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ ہی شعر پڑھا کرتے تھے:

؎ بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش وعشرت کا یہ حالت کیف ومستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نُور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔ مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔ عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔ جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہو کر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔ مہمانوں کے قیام وطعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔ رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔ مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔ موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ

اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ o

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُوَ لَقَدۡ خَلَقۡنَاالۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍمِّنۡ طِیۡنٍ o ثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍمَّکِیۡنٍ o ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَۃَعَلَقَۃًفَخَلَقۡنَاالۡعَلَقَۃَمُضۡغَۃً فَخَلَقۡنَاالۡمُضۡغَۃَعِظٰماًفَکَسَوۡنَاعِظٰمَ لَحۡماً ق ثُمَّ اَنۡشَئۡنٰہُ خَلۡقاً اٰخَرَفَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡنَ o رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنَ الصَّالِحِیۡنِ o رَبِّ لَا تَذَرۡنِیۡ فَرۡدًاوَّ اَنۡتَ خَیۡرُالۡوَارِثِیۡن o رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنۡ لَدُنۡکَ ذُرِّیَۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَاءِ ط یَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنٰثاوَّیَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرًا ط اِلٰهِی بِحُرۡمَتِ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمۡ وَ اَهۡلِ بَیۡتِ الۡعِظَّام۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ o

یَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُوَ لَقَدۡ خَلَقۡنَاالۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَۃٍمِّنۡ طِیۡنٍ o ثُمَّ جَعَلۡنٰہُ نُطۡفَۃً فِیۡ قَرَارٍمَّکِیۡنٍ o ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَۃَعَلَقَۃًفَخَلَقۡنَاالۡعَلَقَۃَمُضۡغَۃً فَخَلَقۡنَاالۡمُضۡغَۃَعِظٰماًفَکَسَوۡنَاعِظٰمَ لَحۡماً ق ثُمَّ اَنۡشَئۡنٰہُ خَلۡقاً اٰخَرَفَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡن o رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنَ الصَّالِحِیۡن o رَبِّ لَا تَذَرۡنِیۡ فَرۡدًاوَّ اَنۡتَ خَیۡرُالۡوَارِثِیۡن o رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنۡ لَدُنۡکَ ذُرِّیَۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَاءِ ط یَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ اِنٰثاوَّیَهَبُ لِمَنۡ یَّشَآءُ الذُّکُوۡرًا ط اِلٰهِی بِحُرۡمَتِ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمۡ وَ اَهۡلِ بَیۡتِ الۡعِظَّام۔

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک واحسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جہری ذِکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سو بار لاالہ الا اللّٰہ، سو بار الا اللّٰہ اور سو بار اللّٰہ کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں لا الہ الا اللّٰہ دو سو بار، الا اللّٰہ چار سو بار اللّٰہُ اللّٰہ چھ سو بار، اللّٰہ سو بار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کرسکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہوسکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کرسکتا ہے، رسول کا انکار کرسکتا ہے آخرت کا انکار کرسکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کرسکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی موت آنی ہے آ کر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدَحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا دستم گیر یا اللہ!، دستم گیر یا اللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑیو ہاتھ یا اللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہر حال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُّوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ یہی شعر پڑھا کرتے تھے:

؎ بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے

کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی

جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی

کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعاجو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔ مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نُور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔ مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔ عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔ جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہو کر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔ مہمانوں کے قیام و طعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔ رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔ مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ

اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆